علامہ یوسف القرضاوی
ترجمہ: ارشاد الرحمن

اسلامی معاشرے میں علماء کا مقام اور کردار

اسلام میں علم کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے، اُسے کوئی اور چیز نہیں پا سکتی۔ اسلام کے نزدیک علم ایمان کا رہنما ہے، عبادت کی کلید ہے، مشعل راہ ہے۔ علم امام اور عمل اس کا تابع ہے۔ اس بات کی دلیل کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول کریم ﷺ پر وحی الٰہی کی جو اولین آیات نازل ہوئیں وہ 'پڑھنے' کا حکم دیتی ہیں، یعنی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (العلق ۹۶:۱-۵)

''پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمھارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''

'پڑھنا' ہی علم کی کنجی ہے۔ اور قلم علم کو نقل کرنے کا آلہ ہے، یہ علم کو ایک شخص سے دوسرے تک اور ایک نسل سے دوسری نسل تک اور ایک قوم سے دوسری قوم تک منتقل کرتا ہے۔ عہد حاضر میں قلم کی جگہ پریس نے لے لی ہے۔ یہ عہد حاضر کا قلم ہے۔ قرآن میں سے سب سے پہلے جو کچھ نازل ہوا وہ قرأت تھی۔ اور یہ خالی پڑھائی نہ تھی بلکہ یہ اللہ کے نام کے ساتھ پڑھنا تھا۔ یعنی ایمان کے گہوارے میں علم سے بہرہ ور ہونا۔ قرآنِ مجید نے بہت سی آیات میں علم کی اہمیت بیان کی ہے۔ چند بطور مثال درج کی جاتی ہیں:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (الزمر ۳۹:۹)

''ان سے پوچھو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟''

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ
(مجادلہ ۵۸:۱۱)

''تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔''

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۗىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ (آل عمران ۳:۱۸)

''اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، اور یہی (شہادت) فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے۔ وہ انصاف پر قائم ہے۔''

ایسی آیات تو بہت ہیں جو علم، فکر، تدبر، غور و خوض، دلائل و براہین، وغیرہ کے حوالے سے کلام کرتی ہیں۔ ان سب کا مقصود علم اور اس کے ذرائع شعبوں کی تحسین ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔'' انبیا وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے، وہ اپنے پیچھے علم چھوڑتے ہیں۔ جس شخص نے بھی اس علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑی چیز حاصل کر لی۔'' ایسی احادیث بھی بہت ہیں جو علماء کی شان کو بیان کرتی ہیں۔ اسلام میں یہی وہ بنیاد ہے جس پر علم کی تحریک اٹھی اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ خواہ یہ علم دین کا تھا یا دنیا کا۔ ہمارے علما کا کہنا ہے کہ ہر وہ علم جس کی امت کو اپنے دین یا دنیا کے اعتبار سے ضرورت ہو، اس میں تبحر اور تفوق حاصل کرنا امت کے اوپر فرض کفایہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ دینی علما اور دنیاوی علما برابر مقام پر فائز ہوں۔ ابن عبدالبر نے علم کی ایک قسم 'اعلیٰ علم' بیان کی ہے، یعنی نبوت اور ہدایت الٰہی کا علم۔ یہ علم امت کے تشخص، اس کے عقاید، اور اللہ کے ساتھ اس کے تعلق کی حفاظت کا کام کرتا ہے۔ یہ علم امت کو قرآن کے آداب اور نبوت کے اخلاق سے آراستہ کرتا ہے۔ اس علم کی اپنی ہی شان ہے۔ ہمارے نزدیک علم اور دین، اور دینی علوم اور دنیاوی علوم کے درمیان کوئی تصادم نہیں۔ ہمارے نزدیک علم دین ہے اور دین علم ہے۔ دنیاوی علوم (طب، فلکیات، طبیعیات) کے بہت سے ماہرین علمائے دین تھے۔ مثلاً ابن رشد کو دیکھیے کہ تقابلی فقہ میں ان کی بہت اہم کتاب ہے جس کا نام "بداية المجتهد و نهاية المقتصد" ہے۔ دوسری طرف وہ فلسفہ میں ارسطو کے نظریات کے سب سے بڑے شارح ہیں۔ فلسفہ میں ان کی بہت سی

مشہور کتابیں اور رسالے ہیں۔ طب میں ان کی کتاب 'الکلیات' ہے، جو لاطینی میں ترجمہ ہو کر کئی صدیوں تک یورپ میں طب کا مرجع اور ماخذ بنی رہی۔ امام فخر الدین رازی مشہور مفسر 'المحصول فی علم الاصول' و 'المحصل فی افکار المتقدمین و المتأخرین' کے مصنف ہیں۔ ان کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ طب میں امام کی شہرت ان علوم سے کچھ کم نہ تھی۔ رگوی دورانِ خون (Pulmonary Circulation) کے دریافت کنندہ ابن نفیس کے حالات امام تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب 'طبقات الشافعیۃ' میں لکھے ہیں۔ یعنی انھیں ایک شافعی فقیہ شمار کیا ہے۔ لہٰذا ہمارے ہاں وہ تصادم نہیں ہے جو یورپ میں علم اور دین کے درمیان پیدا ہوا۔ ہمارے ہاں تو علم نے دین کی سرپرستی میں نشوونما پائی اور دین علم کی تحسین کرتے ہوئے عام ہوا اور دین کا علم اپنے وسیع شعبوں کے ساتھ غالب رہا۔ ہمارے ہاں دینی علم درحقیقت محض ایک علم نہیں ہے، بلکہ علوم القرآن بھی اس کا حصہ ہے اور علوم السنۃ بھی اسی کا حصہ۔ علوم السنۃ تو درجنوں علوم پر مشتمل ہے۔ یعنی علم حدیث میں غریب الحدیث کا علم، فقہ الحدیث کا علم، حدیث میں ناسخ اور منسوخ کا علم اور رجال حدیث کا علم شامل ہے۔ رجال حدیث کا علم تو بہت وسیع ہے۔ اس میں صحابہ اور تابعین کے حالات، ان کے طبقات اور ثقہ شخصیات، اور مجروح شخصیات کا علم ہے۔ اسی طرح علوم فقہ، اصول فقہ، اصول تصوف اور علم کلام وغیرہ ہیں۔

دینی اور دنیاوی علوم کی اہمیت

قرآنِ کریم نے اہل علم کی رفاقت وصحبت اور اُن کے مقام ومرتبے کو بڑی اہمیت دی ہے۔ حدیث نبوی میں بھی ایسا ہی ہے۔

قرآنِ کریم کی بعض آیات پڑھتے ہوئے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں طبیعیاتی یا انسانی علوم مراد ہیں یا دینی علوم مثلاً:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝ (الانعام ۶:۹۷)

''اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔ دیکھو ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔''

ایسے مسائل میں بھی دخل اندازی کرتے ہیں جن کو وہ اچھی طرح واضح ہی نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ بغیر علم کے لوگوں کو فتوے دیتے ہیں۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

فتوے کی کئی اقسام اور درجات ہیں۔ ایک فتویٰ روزمرہ مسائل میں ہوتا ہے۔ یہ معمولی اور عام مسائل ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں ہر وہ عالم کچھ بتا سکتا ہے جو تھوڑا بہت دینی علم رکھتا ہو۔ مثلاً وضو، نجاست، طہارت اور نماز وغیرہ کے مسائل۔ ہر وہ عالم جس نے باضابطہ کسی مدرسے میں پڑھا ہو وہ ان کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مگر مسائل جو گنجلک اور پیچیدہ قسم کے ہوں وہ کسی امام مسجد یا عام واعظ کے بس کی بات نہیں کہ وہ ان کو سمجھ سکے۔ ایسے عالم کے لیے ان مشکل مسائل کے بارے میں لاعلمی کا اقرار اور اظہار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اُسے پورے اعتماد سے یہ کہہ دینا چاہیے کہ میں اس بارے میں نہیں جانتا، میں کسی سے پوچھ کر بتاؤں گا یا میں اس بارے میں مطالعہ کرکے جواب دوں گا۔ ایسا کہنا کوئی عیب نہیں۔ دراصل ہر وہ شخص جو امام مسجد یا خطیب مسجد ہو ضروری نہیں کہ وہ لوگوں کے تمام سوالات کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کے لیے تو مسائل کے بارے میں پوری آگاہی اور واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مسائل کے لیے یہ تعلیم ہے کہ وہ بہت باخبر اہل علم سے مسئلہ پوچھے۔ سائل بہ خبیرًا یعنی یہ مسئلہ پوچھنے والے کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی اچھے عالم سے مسئلہ پوچھے۔ یہ تعلیم قرآنِ مجید کی حسب ذیل آیات سے سامنے آتی ہے:

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ (فاطر: ۱۴)

''حقیقت حال کی صحیح خبر تمھیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔''

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ (النساء: ۸۳)

''اگر یہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں۔''

حاضر میں ٹھوس علمی فضا کے فقدان کے باعث امت کے بیشتر لوگ ان ناموں میں فرق نہیں کرتے۔ لیکن ماضی میں ایسا بھی رہا کہ ایک شخص عالم دین واعظ بھی ہوتا اور فقیہ بھی۔ امام ابن الجوزی کا شمار اُن عظیم ترین واعظین میں ہوتا ہے جن کی مجلس وعظ میں ہزاروں انسان شریک ہوتے اور امام کے واعظ کی تاثیر سے دل گداز اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ لیکن امام ابن جوزی کا شمار فقہاء، محدثین اور مصنفین کی اس صف میں بھی ہوتا ہے جو دائرۃ المعارف طرز کے لوگ ہوتے ہیں۔ امام ابن جوزی حنبلی فقہا میں سے تھے۔ آپ کی وفات 597ھ میں ہوئی۔ عالم، داعی، مفکر، فقیہ اور امام وغیرہ۔ میرے خیال میں ہر ایک دوسروں کی طرح عالم ہی ہے۔ یعنی داعی اُسے کہتے ہیں جو لوگوں کو مخصوص انداز میں دعوت دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ کوئی داعی لوگوں سے خطاب کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے، کہ وہ اسٹیج پر کھڑا ہو اور اپنے جوشِ خطابت کے ذریعے دلوں کو ہلا کر رکھ دے۔ اور ایک داعی وہ بھی ہے جو فکرِ آخرت اور خوفِ خدا جیسے موضوعات پر درس دینے میں بہترین مہارت رکھتا ہے اور وہ اپنے اندازِ خطابت سے لوگوں کے جذبات کو متحرک کر کے اُن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت کی طرف مائل کر ڈالتا ہے۔ لیکن یہی داعی اسٹیج پر آ کر عام خطاب کی قدرت نہیں رکھتا۔ اسی طرح بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن میں سے کوئی گہرے علمی لیکچر نہیں دے سکتا اور کوئی تقریر اور خطاب کی تو صلاحیت نہیں رکھتا مگر قلم کے ذریعے وہ یہ کام بہت اچھا کر سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی مقرر ایسا بھی ہوتا ہے جو قلم پکڑ کر لکھنے لگے تو اس کا ہاتھ کانپنے لگتا ہے اور اگر وہ کچھ لکھے تو اُس میں کوئی علمی گہرائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح فقیہ کا معاملہ ہے۔ فقیہ سے مراد وہ عالم ہے جو فقہ کا علم رکھتا ہو۔ شرعی احکام کو اُن کے تفصیلی دلائل کی روشنی میں جانتا ہو۔ اس کے پاس ایسا وسیع ذخیرۂ علم ہوتا ہے کہ لوگ جب اُس سے مسائل پوچھیں تو وہ انھیں تسلی بخش جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کوئی فتویٰ پوچھے تو فتویٰ دے سکتا ہے۔ پھر فقیہ کے بھی کئی درجات ہیں۔ مثلاً کوئی کسی ایک خاص مذہب میں فقیہ ہے۔ کوئی محقق فقیہ ہے جو احکام اخذ کرنے اور انھیں درجہ بہ درجہ بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن ہر داعی فقیہ اور مفتی نہیں ہوتا۔ لوگ اکثر یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر مقرر فقیہ اور مفتی ہوتا ہے۔ وہ پیچیدہ مسائل کے لیے بھی انھی سے رجوع کرتے اور فتویٰ پوچھتے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کا مقام نہیں ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے واعظ اور مقرر اپنی علمی حیثیت کو نہیں سمجھتے اور

میں آتے ہیں۔ یہاں کچھ علما کائنات، حیات اور انسان کے اسرار کے ماہر علما ہیں۔ یہ وہ علم ہے جس کے بارے میں ہمارے علما کا کہنا ہے کہ اس کا سیکھنا فرض ہے۔ طب، انجینئرنگ، فزیالوجی، کیمیا اور حیاتیاتی علوم ایسے ہیں کہ امت ان کے اندر گہرا رسوخ پیدا کیے بغیر نہ ترقی کرسکتی ہے اور نہ اپنے دفاع کی صلاحیت حاصل کرسکتی ہے بلکہ خود اپنی ذاتی ضروریات بھی پوری نہیں کرسکتی۔

یہ فطری امر ہے کہ ان علوم کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ ایک کتاب کا عنوان ہے (الطب محراب الایمان) کیونکہ جب ایک طبیب اور ڈاکٹر انسانی جسم اور ان اشیاء پر غور و خوض کرے گا تو یہ چیز اُس کے لیے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور اس کی معرفت کا باعث ہوگی۔ علماء کہتے ہیں کہ دنیاوی علوم کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے۔ اگر امت کے کچھ افراد بھی ان علوم کو اس قدر حاصل نہیں کرتے جو امت کی ضروریات پوری کرسکے تو ساری امت گناہ گار ہوگی۔ لیکن ایک علم وہ بھی ہے جس سے مراد علم نبوت لیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک حدیث ہے: ''انبیاء درہم و دینار وراثت میں چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ علم ورثے میں چھوڑتے ہیں۔ جو شخص بھی اس علم کو حاصل کرے گا گویا اس نے بہت بڑی نعمت کو حاصل کرلیا۔'' یہ علم نبوت ہے۔ اور انبیاء کے وارث تو علمائے دین ہی ہیں، یعنی عقیدہ شریعت اور اخلاقیات کے علماء، جو اللہ کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ لوگوں کے ہاتھ پکڑ کر انھیں صراطِ مستقیم پر گامزن کرتے ہیں۔ یہی وہ علم ہے جس کا تذکرہ ایک دوسری حدیث میں ان الفاظ میں آیا ہے۔ ''اس علم کا حامل بعد کے اُن عادل افراد میں سے ہوگا جو اس علم کو مبالغہ آمیزوں کی مبالغہ آرائی، باطل پسندوں کے بطلان اور غلو پسندوں کے غلو سے محفوظ رکھے گا۔'' مختصر یہ کہ ہر علم سے مراد علم دنیا نہیں اور ہر علم سے مراد علم نبوت بھی نہیں ہے۔ بلکہ کچھ خاص اہل علم ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ اور یہ وہی ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم نبوت کی وراثت پائی اور آپؐ نے یہ وراثت اپنے سابق انبیائے کرام سے حاصل کی۔ یعنی:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام: ۹۰)

''اے نبیؐ وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے، انہی کے راستے پر تم چلو۔''

مختلف ماہرین کی حیثیت

اسلام اور امت کی تاریخ میں واعظین اور فقہاء کے درمیان ایک امتیاز قائم تھا۔ دور

اس آیت میں نجوم (ستارے) اور اشیاء سے مراد علم دین نہیں ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ (الروم: ۲۲)

''اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانشمند لوگوں کے لیے۔''

اس آیت عالمین (علم رکھنے والے) سے مراد یعنی زبانوں اور رنگ و نسل کے اختلاف کا علم رکھنے والے ہیں۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ (فاطر: ۲۸)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔''

یہ آیت بھی کائناتی اور انسانی علوم کے تناظر میں آئی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ (فاطر: ۲۷)

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعے سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ پہاڑوں میں بھی سفید، سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔''

یہاں پر علم نباتات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَاۗبِّ وَالْاَنْعَامِ (فاطر ۳۵: ۲۸)

''اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں۔''

اس آیت میں علم حیوانات اور علم انسان کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

یہ سارے علوم رکھنے والے علما، اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا کے زمرے

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: ۴۳)

''اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔''

ایک اعتبار سے تو میں فقیہ کو بھی فقہ کا عالم نہیں کہتا۔ مثلاً کوئی تفسیر کا عالم ہے جو قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے۔ لیکن جب آپ اُس سے حدیث کے بارے میں پوچھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ حدیث کا اچھا علم نہیں رکھتا۔ اسی طرح کوئی فقہ کا علم رکھتا ہے مگر حدیث کا علم نہیں رکھتا۔ میں نے تو کبار علمائے فقہ ایسے بھی دیکھے ہیں جو احادیث سے ناواقف ہیں۔ یہ بسا اوقات انتہائی ضعیف، موضوع یا ایسی احادیث ذکر کر جاتے ہیں جن کی کوئی اصل ہی موجود نہیں۔ دراصل ان فقہاء کا احادیث کے ساتھ کم واسطہ ہے۔ میں اسی بنیاد پر فقہ اور حدیث کے درمیان ربط و تعلق پیدا کرنے پر زور دیتا ہوں۔ یہ نکتہ ہماری اصلاحی دعوت میں شامل ہے۔ علمائے سلف میں سے امام سفیان بن عیینہ وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہو تو ہم اُس محدث کو جو فقہ سے دور ہو اور اُس فقیہ کو جو حدیث سے ناواقف ہو، کوڑے ماریں گے! کیونکہ ان دونوں چیزوں کے درمیان ربط و تعلق خصوصاً آج کے دور میں نہایت ناگزیر ہے۔ میں نے اُصول دین کالج سے سند فراغت حاصل کی ہے۔ اس میں ہم تفسیر، حدیث، اصول فقہ، اسلامی تاریخ، علم عقاید، علم کلام، منطق، اخلاقیات اور فلسفہ وغیرہ سب علوم پڑھتے تھے۔ اب آج کے دور میں یہ سب علوم الگ الگ شعبوں کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ حدیث کا شعبہ الگ، تفسیر کا شعبہ الگ، عقیدہ اور دعوت کے شعبے الگ الگ بن گئے ہیں۔ اگر آپ ان علوم کے طلبہ سے کسی دوسرے علم کے بارے میں پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ واللہ ہم اس بارے میں نہیں جانتے۔ میں تو شعبۂ تفسیر کا طالب علم ہوں، میں حدیث کے بارے میں نہیں جانتا۔ حدیث کا طالب علم عقیدے کے علم سے ناواقفیت کا اظہار کرے گا۔ ان علوم کے درمیان دوری پیدا کر دی گئی ہے۔ علیحدگی علوم کے اس سیلاب نے یہ صورتِ حال پیدا کر دی ہے کہ طالب علم ایک شعبے کا عالم بن کر نکلتا ہے مگر باقی اسلام کے بارے میں وہ لاعلم ہوتا ہے۔ دور حاضر میں اس کیفیت کو اختصاص (Specialization) کا نام دیا گیا ہے۔ لیکن ماضی میں تو ان علوم کے دائرۃ المعارف طرز کے لوگ موجود رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عنایت فرما دے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فضل آج بھی ممکن ہے کہ علماء کو عنایت ہو۔ (جاری)